ٱلتَّكۡوِير At-Takwir

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

In the name of Allah, Most Gracious, Most Merciful

Name

It is derived from the word *kuwwirat* in the first verse. *Kuwwirat* is passive voice from *takwir* in the past tense, and means "that which is folded up", thereby implying that it is a Surah in which the folding up has been mentioned:

Period of Revelation

The subject matter and the style clearly show that it is one of the earliest Surahs to be revealed at Makkah.

Theme and Subject Matter

It has two themes: the Hereafter and the institution of Prophethood.

In the first six verses the first stage of the Resurrection has been mentioned when the sun will lose its light, the stars will scatter, the mountains will be uprooted and will disperse, the people will become heedless of their dearest possessions, the beasts of the jungle will be stupefied and will gather together, and the seas will boil up. Then in the next seven verses the second stage has been described when the souls will be reunited with the bodies, the records will be laid open, the people will be called to account for their crimes, the heavens will be unveiled, and Hell and Heaven will be brought into full view. After depicting the Hereafter thus, man has been left to ponder his own self and deeds, saying: Then each man shall himself know what he has brought with him.

After this the theme of Prophethood has been taken up. In this the people of Makkah have been addressed, as if to say: Whatever Muhammad (peace be upon him) is presenting before you, is not the bragging of a madman, nor an evil suggestion inspired by Satan, but the word of a noble, exalted and trustworthy messenger sent by God, whom Muhammad (peace be upon him) has seen with his own eyes in the bright horizon of the clear sky in broad day light. Whither then are you going having turned away from this teaching.

نام

پہلی ہی آیت کے لفظ کُوِّرَتْ سے ماخوذ ہے۔ کُوِّرَتْ تکویر سے صیغۂ ماضی مجہول ہے جس کے معنی ہیں لپیٹی گئی۔ اس نام سے مراد یہ ہے کہ وہ سورت جس میں لپیٹنے کا ذکر آیا ہے۔

زمانۂ نزول

مضمون اور اندازِ بیان سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ یہ مکۂ معظمہ کے ابتدائی دور کی نازل شدہ سورتوں میں سے ہے۔

موضوع اور مضمون

اس کے دو موضوع ہیں ایک آخرت اور دوسرا رسالت۔

پہلی چھ آیتوں میں قیامت کے پہلے مرحلے کا ذکر کیا گیا ہے جب سورج بے نور ہو جائے گا، ستارے بکھر جائیں گے، پہاڑ زمین سے اکھڑ کر اڑنے لگیں گے، لوگوں کو اپنی عزیز ترین چیزوں تک کا ہوش نہ رہے گا، جنگلوں کے جانور بدحواس ہو کر اکٹھے ہو جائیں گے اور سمندر بھڑک اٹھیں گے۔ پھر سات آیتوں میں دوسرے مرحلے کا ذکر ہے جب روحیں از سرِ نو جسموں کے ساتھ جوڑ دی جائیں گی، نامۂ اعمال کھولے جائیں گے، جرائم کی بازپرس ہوگی، آسمان کے سارے پردے ہٹ جائیں گے اور دوزخ جنت سب چیزیں نگاہوں کے سامنے عیاں ہو جائیں گی۔ آخرت کا یہ سارا نقشہ بیان کرنے کے بعد یہ کہہ کر انسان کو سوچنے کے لیے چھوڑ دیا گیا ہے کہ اس وقت ہر شخص کو خود معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے۔

اس کے بعد رسالت کا مضمون دیا گیا ہے۔ اس میں اہل مکہ سے کہا گیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ تمہارے سامنے پیش کر رہے ہیں وہ کسی دیوانے کی بڑ نہیں ہے، نہ کسی شیطان کا ڈالا ہوا وسوسہ ہے، بلکہ خدا کے بھیجے ہوئے ایک بزرگ، عالی مقام اور امانت دار پیغامبر کا بیان ہے جسے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھلے آسمان کے افق پر دن کی روشنی میں اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اس تعلیم سے منہ موڑ کر آخر تم کدھر چلے جا رہے ہو؟

In the name of Allah, Most Gracious, Most Merciful.	اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے۔	بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
1. When the sun is folded up. *1	جب سورج لپیٹ دیا جائے۔ *1	اِذَا الشَّمۡسُ کُوِّرَتۡ ۪ۙ﴿۱﴾

*1 This is a matchless metaphor for causing the sun to lose its light. *Takwir* means to fold up; hence *takwir al-amamah*

is used for folding up the turban on the head. Here, the light which radiates from the sun and spreads throughout the solar system has been likened to the turban and it has been said that on the Resurrection Day the turban will be folded up about the sun and its radiation will fade.

*1 سورج کے بے نور کر دیے جانے کے لیے یہ ایک بے نظیر استعارہ ہے۔ عربی زبان میں تکویر کے معنی لپیٹنے کے ہیں۔ سر پر عمامہ باندھنے کے لیے تکویر العمامہ کے الفاظ بولے جاتے ہیں کیونکہ عمامہ پھیلا ہوا ہوتا ہے اور پھر سر کے گرد اسے لپیٹا جاتا ہے۔ اسی مناسبت سے اُس روشنی کو جو سورج سے نکل کر سارے نظام شمسی میں پھیلتی ہے عمامہ سے تشبیہ دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ قیامت کے روز یہ پھیلا ہوا عمامہ سورج پر لپیٹ دیا جائے گا، اس کی روشنی کا پھیلنا بند ہو جائے گا۔

2. And when the stars lose their luster. *2	اور جب ستارے بے نور ہو جائیں۔ *2	وَإِذَا النُّجُومُ انكَدَرَتْ ۝٢

*2 That is, when the force which is keeping them in their orbits and positions is loosened and all the stars and planets will scatter in the universe. The word *inkidar* also indicates that they will not only scatter away but will also grow dark.

*2 یعنی وہ بندش جس نے اُن کو اپنے اپنے مدار اور مقام پر باندھ رکھا ہے، کھل جائے گی اور سب تارے سیارے کائنات میں منتشر ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ اِنکدار میں کدورت کا مفہوم بھی شامل ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ صرف منتشر ہی نہیں ہوں گے بلکہ تاریک بھی ہو جائیں گے۔

3. And when the mountains are set in motion. *3	اور جب پہاڑ چلائے جائیں۔ *3	وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝٣

*3 In other words, the earth will also lose its force of gravity because of which the mountains have weight and

are firmly set in the earth. Thus, when there is no more gravity the mountains will be uprooted from their places and becoming weightless will start moving and flying as the clouds move in the atmosphere.

*3 دوسرے الفاظ میں زمین کی وہ کشش بھی ختم ہو جائے گی جس کی بدولت پہاڑوزنی ہیں اور جمے ہوئے ہیں۔ پس جب وہ باقی نہ رہے گی تو سارے پہاڑ اپنی جگہ سے اکھڑ جائیں گے اور بے وزن ہوکر زمین پر اِس طرح چلنے لگیں گے جیسے فضا میں بادل چلتے ہیں۔

4. And when the full term she camels are left untended. *4	اور جب حاملہ اونٹنیاں چھوڑ دی جائیں۔ *4	وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝٤

*4 This was by far the best way of giving an idea of the severities and horrors of Resurrection to the Arabs. Before the buses and trucks of the present day there was nothing more precious for the Arabs than the she-camel just about to give birth to her young. In this state she was most sedulously looked after and cared for, so that she is not lost, stolen, or harmed in any way. The people's becoming heedless of such she-camels, in fact, meant that at that time they would be so stunned as to become unmindful of their most precious possessions.

*4 عربوں کو قیامت کی سختی کا تصور دلانے کے لیے یہ بہترین طرزِ بیان تھا۔ موجودہ زمانے کے ٹرک اور بسیں چلنے سے پہلے اہلِ عرب کے لیے اُس اونٹنی سے زیادہ قیمتی مال اور کوئی نہ تھا جو بچہ جننے کے قریب ہو۔ اِس حالت میں اس کی بہت زیادہ حفاظت اور دیکھ بھال کی جاتی تھی تاکہ وہ کھو نہ جائے، کوئی اسے چرا نہ لے، یا اور کسی طرح وہ ضائع نہ ہو جائے۔ ایسی اونٹنیوں سے لوگوں کا غافل ہو جانا گویا یہ معنی رکھتا تھا کہ اُس وقت کچھ ایسی سخت افتاد لوگوں پر پڑے گی کہ انھیں اپنے اِس عزیز ترین مال کی حفاظت کا بھی ہوش نہ رہے گا۔

5. And when the wild beasts are gathered. *5	اور جب وحشی جانور جمع کیے جائیں *5۔	وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ﴿٥﴾

*5 When a general calamity befalls the world, all kinds of beasts and animals gather together in one place, then neither the snake bites, nor the tiger kills and devours.

*5دنیا میں جب کوئی عام مصیبت کا موقع آتا ہے تو ہر قسم کے جانور بھاگ کر ایک جگہ اکھٹے ہو جاتے ہیں۔
اُس وقت نہ سانپ ڈستا ہے، نہ شیر پھاڑتا ہے۔

6. And when the oceans are set ablaze. *6	اور جب سمندر آگ ہو جائیں۔ *6	وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ﴿٦﴾

*6 The word *sujjirat* as used in the original in passive voice from *tasjir* in the past tense. *Tasjir* means to kindle fire in the oven. Apparently it seems strange that on the Resurrection Day fire would blaze up in the oceans. But if the truth about water is kept in view, nothing would seem strange. It is a miracle of God that He combined oxygen and hydrogen, one of which helps kindle the fire and the other gets kindled of itself and by the combination of both He created a substance like water which is used to put out fire. A simple manifestation of Allah's power is enough to change this composition of water so that the two gases are separated and begin to burn and help cause a blaze, which is their basic characteristic.

*6اصل میں لفظ سُجِّرَتْ استعمال کیا گیا ہے جو تسجیر سے ماضی مجہول کا صیغہ ہے ۔ تسجیر عربی زبان میں تنور
کے اندر آگ دہکانے کے لیےبولا جاتا ہے۔ بظاہر یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے کہ قیامت کے روز

سمندروں میں آگ بھڑک اٹھے گی۔ لیکن اگر پانی کی حقیقت لوگوں کی نگاہ میں ہو تو اس میں کوئی بھی چیز قابل تعجب محسوس نہ ہوگی۔ یہ سراسر اللہ تعالیٰ کا معجزہ ہے کہ اس نے آکسیجن اور ھائیڈروجن، دو ایسی گیسوں کو باہم ملایا جن میں سے ایک آگ بھڑکانے والی اور دوسری بھڑک اٹھنے والی ہے، اور ان دونوں کی ترکیب سے پانی جیسا مادہ پیدا کیا جو آگ بجھانے والا ہے۔ اللہ کی قدرت کا ایک اشارہ اِس بات کے لیے بالکل کافی ہے کہ وہ پانی کی اِس ترکیب کو بدل ڈالے اور یہ دونوں گیسیں ایک دوسرے سے الگ ہو کر بھڑکنے اور بھڑکانے میں مشغول ہو جائیں جو ان کی اصل بنیادی خاصیت ہے۔

7. And when*7 the souls are re-united (with the bodies).*8	اور جب*7 روحیں ملا دی جائیں (جسموں سے)۔*8	وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ۝٧

*7 From here begins mention of the second stage of Resurrection.

*7 یہاں سے قیامت کے دوسرے مرحلے کا ذکر شروع ہوتا ہے۔

*8 That is, men will be resurrected precisely in the state as they lived in the world before death with body and soul together.

*8 یعنی انسان ازسرِ نو اسی طرح زندہ کیے جائیں گے جس طرح وہ دنیا میں مرنے سے پہلے جسم و روح کے ساتھ زندہ تھے۔

8. And when the infant girl, buried alive, is asked.	اور جب زندہ دفنا دی گئی بچّی سے پوچھا جائے۔	وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ ۝٨
9. For what sin she was murdered.*9	کس گناہ پر وہ قتل کر دی گئی۔*9	بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ ۝٩

*9 The style of this verse reflects an intensity of rage and fury inconceivable in common life. The parents who buried their daughters alive, would be so contemptible in the sight

of Allah that they would not be asked: Why did you kill the innocent infant? But disregarding them the innocent girl will be asked: For what crime were you slain? And she will tell her story how cruelly she had been treated by her barbarous parents and buried alive. Besides, two vast themes have been compressed into this brief verse, which though not expressed in words, are reflected by its style and tenor. First that in it the Arabs have been made to realize what depths of moral depravity they have touched because of their ignorance in that they buried their own children alive; yet they insist that they would persist in the same ignorance and would not accept the reform that Muhammad (peace be upon him) was trying to bring about in their corrupted society. Second, that an express argument has been given in it of the necessity and inevitability of the Hereafter. The case of the infant girl who was buried alive, should be decided and settled justly at some time, and there should necessarily be a time when the cruel people who committed this heinous crime, should be called to account for it, for there was none in the world to hear the cries of complaint raised by the poor soul. This act was looked upon with approval by the depraved society; neither the parents felt any remorse for it, nor anybody in the family censured them, nor the society took any notice of it. Then, should this monstrosity remain wholly unpunished in the Kingdom of God?

This barbaric custom of burying the female infants alive had become widespread in ancient Arabia for different reasons. One reason was economic hardship because of

which the people wanted to have fewer dependents so that they should not have to bear the burden of bringing up many children. Male offspring were brought up in the hope that they would later help in earning a living, but the female offspring were killed for the fear that they would have to be raised till they matured and then given away in marriage. Second, the widespread chaos because of which the male children were brought up in order to have more and more helpers and supporters; but daughters were killed because in tribal wars they had to be protected instead of being useful in any way for defense. Third, another aspect of the common chaos also was that when the hostile tribes raided each other and captured girls they would either keep them as slave-girls or sell them to others. For these reasons the practice that had become common in Arabia was that at childbirth a pit was kept dug out ready for use by the woman so that if a girl was born, she was immediately cast into it and buried alive. And if sometimes the mother was not inclined to act thus, or the people of the family disapproved of it, the father would raise her for some time half-heartedly, and then finding time would take her to the desert to be buried alive. This tyranny and hard-heartedness was once described by a person before the Prophet (peace be upon him) himself. According to a Hadith related in the first chapter of Sunan Darimi, a man came to the Prophet (peace be upon him) and related this incident of his pre-Islamic days of ignorance: I had a daughter who was much attached to me. When I called her, she would come running to me. One day I called her and

took her out with me. On the way we came across a well. Holding her by the hand I pushed her into the well. Her last words that I heard were: Oh father, oh father! Hearing this, the Prophet (peace be upon him) wept and tears started falling from his eyes. One of those present on the occasion said: O man, you have grieved the Prophet (peace be upon him). The Prophet (peace be upon him) said: Do not stop him, let him question about what he feels so strongly now. Then the Prophet (peace be upon him) asked him to narrate his story once again. When he narrated it again the Prophet (peace be upon him) wept so much that his beard became wet with tears. Then he said to the man: Allah has forgiven what you did in the days of ignorance: now turn to Him in repentance.

It is not correct to think that the people of Arabia had no feeling of the harshness of this hideous, inhuman act. Obviously, no society, however corrupted it may be, can be utterly devoid of the feeling that such tyrannical acts are evil. That is why the Quran has not dwelt upon the vileness of this act, but has only referred to it in awe-inspiring words to the effect: A time will come when the girl who was buried alive, will be asked for what crime she was slain? The history of Arabia also shows that many people in the pre-Islamic days of ignorance had a feeling that the practice was vile and wicked. According to Tabarani, Sasaah bin Najiyah al-Mujashii, grandfather of the poet, Farazdaq, said to the Prophet (peace be upon him): O Messenger of Allah, during the days of ignorance I have also done some good works, among which one is that I

saved 360 girls from being buried alive: I gave two camels each as ransom to save their lives. Shall I get any reward for this? The Prophet (peace be upon him) replied: Yes, there is a reward for you, and it is this that Allah has blessed you with Islam.

As a matter of fact, a great blessing of the blessings of Islam is that it not only did put an end to this inhuman practice in Arabia but even wiped out the concept that the birth of a daughter was in any way a calamity, which should be endured unwillingly. On the contrary, Islam taught that bringing up daughters, giving them good education and enabling them to become good housewives, is an act of great merit and virtue. The way the Prophet (peace be upon him) changed the common concept of the people in respect of girls can be judged from his many sayings which have been reported in the Hadith. As for example, we reproduce some of these below:

The person who is put to a test because of the birth of the daughters and then he treats them generously, they will become a means of rescue for him from Hell. (Bukhari, Muslim).

The one who brought up two girls till they attained their maturity, will appear along with me on the Resurrection Day. Saying this, the Prophet (peace be upon him) joined and raised his fingers. (Muslim).

The one who brought up three daughters, or sisters, taught them good manners and treated them with kindness until they became self-sufficient, Allah will make Paradise obligatory for him. A man asked: what about two, O

Messenger (peace be upon him) of Allah? The Prophet (peace be upon him) replied: the same for two. Ibn Abbas, the reporter of the Hadith, says: Had the people at that time asked in respect of one daughter, the Prophet (peace be upon him) would have also given the same reply about her. (Sharh as-Sunnh).

The one who has a daughter born to him and he does not bury her alive, nor keeps her in disgrace, nor prefers his son to her, Allah will admit him to Paradise. (Abu Daud).

The one who has three daughters born to him, and he is patient over them, and clothes them well according to his means, they will become a means of rescue for him from Hell. (Bukhari, Al-Adab al-Mufrad, Ibn Majah).

The Muslim who has two daughters and he looks after them well, they will lead him to Paradise. (Bukhari: Al-Adab al-Mufrad).

The Prophet (peace be upon him) said to Suraqah bin Jusham: Should I tell you what is the greatest charity (or said: one of the greatest charities)? He said: Kindly do tell, O Messenger of Allah. The Prophet (peace be upon him) said: Your daughter who (after being divorced or widowed) returns to you and should have no other bread-winner. (Ibn Majah, Bukhari Al-Adab al-Mufrad).

This is the teaching which completely changed the viewpoint of the people about girls not only in Arabia but among all the nations of the world, which later become blessed with Islam.

9* اس آیت کے اندازِ بیان میں ایسی شدید غضبناکی پائی جاتی ہے جس سے زیادہ سخت غضبناکی کا تصوّر

نہیں کیا جاسکتا۔ بیٹی کو زندہ گاڑنے والے ماں باپ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ایسے قابل نفرت ہوں گے کہ ان کو مخاطب کر کے یہ نہ پوچھا جائے گا کہ تم نے اِس معصوم کو کیوں قتل کیا، بلکہ ان سے نگاہ پھیر کر معصوم بچی سے پوچھا جائے گا کہ تو بے چاری آخر کس قصور میں ماری گئی، اور وہ اپنی داستان سنائے گی کہ ظالم ماں باپ نے اس کے ساتھ کیا ظلم کیا اور کس طرح اسے زندہ دفن کر دیا۔ اس کے علاوہ اس مختصر سی آیت میں دو بہت بڑے مضمون سمیٹ دیے گئے ہیں جو الفاظ میں بیان کیے بغیر خود بخود اس کے خطاب سے ظاہر ہوتے ہیں ۔ ایک یہ کہ اس میں اہل عرب کو یہ احساس دلا یا گیا ہے کہ جاہلیت نے ان کو اخلاقی پستی کی کس انتہا پر پہنچا دیا ہے کہ وہ اپنی ہی اولاد کو اپنے ہاتھوں زندہ درگور کرتے ہیں، پھر بھی انہیں اصرار ہے کہ اپنی اِسی جاہلیت پر قائم رہیں گے اور اُس اصلاح کو قبول نہ کریں گے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بگڑے ہوئے معاشرے میں کرنا چاہتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اِس میں آخرت کے ضروری ہونے کی ایک صریح دلیل پیش کی گئی ہے۔ جس لڑکی کو زندہ دفن کر دیا گیا، آخر اس کی کہیں تو دادرسی ہونی چاہیے، اور جن ظالموں نے یہ ظلم کیا، آخر کبھی تو وہ وقت آنا چاہیے جب ان سے اِس بے دردانہ ظلم کی بازپرس کی جائے۔ دفن ہونے والی لڑکی کی فریاد دنیا میں تو کوئی سننے والا نہ تھا۔ جاہلیت کے معاشرے میں اِس فعل کو بالکل جائز کر رکھا گیا تھا۔ نہ ماں باپ کو اس پر کوئی شرم آتی تھی۔ نہ خاندان میں کوئی ان کو ملامت کرنے والا تھا۔ نہ معاشرے میں کوئی اس پر گرفت کرنے والا تھا۔ پھر کیا خدا کی خدائی میں یہ ظلمِ عظیم بالکل ہی بے دادرہ جانا چاہیے؟ عرب میں لڑکیوں کو زندہ دفن کرنے کا یہ بے رحمانہ طریقہ قدیم زمانے میں مختلف وجوہ سے رائج ہوگیا تھا۔ ایک، معاشی خستہ حالی جس کی وجہ سے لوگ چاہتے تھے کہ کھانے والے کم ہوں اور اولاد کو پالنے پوسنے کا بار اُن پر نہ پڑے۔ بیٹوں کو تو اس امید پر پال لیا جاتا تھا کہ بعد میں وہ حصول معیشت میں ہاتھ بٹائیں گے، مگر بیٹیوں کو اس لیے ہلاک کر دیا جاتا تھا کہ انہیں جوان ہونے تک پالنا پڑے گا اور پھر انہیں بیاہ دینا ہو گا۔ دوسرے، عام بدامنی جس کی وجہ سے بیٹوں کو اس لیے پالا جاتا تھا کہ جس کے جتنے زیادہ بیٹے ہوں گے اس کے اتنے ہی حامی و مددگار ہوں گے، مگر بیٹیوں کو اس لیے ہلاک کر دیا جاتا تھا کہ قبائلی لڑائیوں میں الٹی ان کی حفاظت کرنی پڑتی تھی اور دفاع میں وہ کسی کام نہ آسکتی تھیں۔ تیسرے عام بدامنی کا ایک شاخسانہ یہ بھی

تھا کہ دشمن قبیلے جب ایک دوسرے پر اچانک چھاپے مارتے تھے تو جو لڑکیاں بھی ان کے ہاتھ لگتی تھیں انہیں لے جا کر وہ یا تو لونڈیاں بنا کر رکھتے تھے یا کہیں بیچ ڈالتے تھے۔ ان وجوہ سے عرب میں یہ طریقہ چل پڑا تھا کہ کبھی تو زچگی کے وقت ہی عورت کے آگے گڑھا کھود رکھا جاتا تھا کہ اگر لڑکی پیدا ہو تو اسی وقت اسے گڑھے میں پھینک کر مٹی ڈال دی جائے۔ اور کبھی اگر ماں اس پر راضی نہ ہوتی یا اس کے خاندان والے اس میں مانع ہوتے تو باپ بادلِ نا خواستہ اسے کچھ مدت تک پالتا اور پھر کسی وقت صحرا میں لے جا کر زندہ دفن کر دیتا۔ اس معاملہ میں جو شقاوت برتی جاتی تھی اس کا قصہ ایک شخص نے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ بیان کیا۔ سنن دارمی کے پہلے ہی باب میں یہ حدیث منقول ہے کہ ایک شخص نے حضورؐ سے اپنے عہد جاہلیت کا یہ واقعہ بیان کیا کہ میری ایک بیٹی تھی جو مجھ سے بہت مانوس تھی۔ جب میں اس کو پکارتا تو دوڑی دوڑی میرے پاس آتی تھی۔ ایک روز میں نے اس کو بلایا اور اپنے ساتھ لے کر چل پڑا۔ راستہ میں ایک کنواں آیا۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کنویں میں دھکا دے دیا۔ آخری آواز جو اس کی میرے کانوں میں آئی وہ تھی ہائے ابا۔ ہائے ابا۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رو دیئے اور آپ کے آنسو بہنے لگے۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا اے شخص تو نے حضورؐ کو غمگین کر دیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اسے مت روکو، جس چیز کا اِسے سخت احساس ہے اُس کے بارے میں اِسے سوال کرنے دو۔ پھر آپ نے اس سے فرمایا کہ اپنا قصہ پھر بیان کر۔ اس نے دوبارہ اسے بیان کیا اور آپ سن کر اس قدر روئے کہ آپ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جاہلیت میں جو کچھ ہو گیا اللہ نے اسے معاف کر دیا، اب نئے سرے سے اپنی زندگی کا آغاز کر۔ یہ خیال کرنا صحیح نہیں ہے کہ اہلِ عرب اِس انتہائی غیر انسانی فعل کی قباحت کا سرے سے کوئی احساس ہی نہ رکھتے تھے۔ ظاہر بات ہے کہ کوئی معاشرہ خواہ کتنا ہی بگڑ چکا ہو، وہ ایسے ظالمانہ افعال کی برائی کے احساس سے بالکل خالی نہیں ہو سکتا۔ اسی وجہ سے قرآن پاک میں اِس فعل کی قباحت پر کوئی لمبی چوڑی تقریر نہیں کی گئی ہے، بلکہ رونگٹے کھڑے کر دینے والے الفاظ میں صرف اتنی بات کہہ کر چھوڑ دیا گیا ہے کہ ایک وقت آئے گا۔ جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ تو کس قصور میں ماری گئی۔ عرب کی تاریخ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے لوگوں کو زمانہ جاہلیت میں اس رسم کی

قباحت کا احساس تھا۔ طبرانی کی روایت ہے کہ فَرَزْدَق شاعر کے دادا صَعْصَعہ بن ناجیتہ المُجاشعی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ، میں نے جاہلیت کے زمانے میں جو کچھ اچھے اعمال بھی کیے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ میں نے ۳۶۰ لڑکیوں کو زندہ دفن ہونے سے بچا لیا اور ہر ایک کی جان بچانے کے لیے دو دو اونٹ فدیے میں دیے۔ کیا مجھے اس پر اجر ملے گا؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں تیرے لیے اجر ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ نے تجھے اسلام کی نعمت عطا فرمائی۔ درحقیقت یہ اسلام کی برکتوں میں سے ایک بڑی برکت ہے کہ اس نے نہ صرف یہ کہ عرب سے اس انتہائی سنگدلانہ رسم کا خاتمہ کیا، بلکہ اِس خیال کو مٹایا کہ بیٹی کی پیدائش کوئی حادثہ اور مصیبت ہے جسے بادلِ ناخواستہ برداشت کیا جائے۔ اس کے بر عکس اسلام نے یہ تعلیم دی کہ بیٹیوں کی پرورش کرنا، انہیں عمدہ تعلیم و تربیت دینا اور انہیں اس قابل بنانا کہ وہ ایک اچھی گھر والی بن سکیں، بہت بڑا نیکی کا کام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں لڑکیوں کے متعلق لوگوں کے عام تصوّر کو جس طرح بدلا ہے اس کا اندازہ آپؐ کے ان بہت سے ارشادات سے ہو سکتا ہے جو احادیث میں منقول ہیں۔ مثال کے طور پر ذیل میں ہم آپؐ کے چند ارشادات نقل کرتے ہیں: مَن ابتُلِیَ من ھٰذہ البنات بِشيءٍ فاحسن الیھنّ کن لہٗ سِترًا من النّار۔ (بخاری۔ مسلم) جو شخص اِن لڑکیوں کی پیدائش سے آزمائش میں ڈالا جائے اور پھر وہ اِن سے نیک سلوک کرے تو یہ اس کے لیے جہنم کی آگ سے بچاؤ کا ذریعہ بنیں گی۔ من عال جاریتین حتّٰی تبلُغَا جاء یوم القیمہ انا و ھٰکذا وضم اصابعہٗ (مسلم) جس نے دو لڑکیوں کو پرورش کیا یہاں تک کہ وہ بالغ ہوگئیں تو قیامت کے روز میرے ساتھ وہ اس طرح آئے گا، یہ فرما کر حضورؐ نے اپنی انگلیوں کو جوڑ کر بتایا۔

من عال ثلٰث بنات او مثلھن من الاخوات فادّبھن و رحمھن حتّٰی یغیُھن اللہ اوجب اللہ لہ الجنّہ۔ فقال رجل یا رسول اللہ او اثنتین، قال او اثنتین حتّٰی لو قالو او واحدہ لقال واحدۃ۔ (شرح السنہ) جس شخص نے تین بیٹیوں، یا بہنوں کو پرورش کیا، ان کو اچھا ادب سکھایا اور ان سے شفقت کا برتاؤ کیا یہاں تک کہ وہ اس کی مدد کی محتاج نہ رہیں تو اللہ اس کے لیے جنت واجب کر دیگا۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اور دو

۔حضورؐ نے فرمایا اور دو بھی۔ حدیث کے راوی ابن عباس کہتے ہیں کہ اگر لوگ اس وقت ایک کے متعلق پوچھتے تو حضورؐ اس کے بارے میں بھی یہی فرماتے۔ من کانت لہ انثٰی فلم یئدھا ولم یھنھا ولم یؤثر ولدہ علیھا ادخلہ اللہ الجنّہ۔ (ابو داوٗد) جس کے ہاں لڑکی ہو اور وہ اسے زندہ دفن نہ کرے، نہ ذلیل کر کے رکھے، نہ بیٹے کو اُس پر ترجیح دے اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔

من کان لہ ثلاث بنات و صبر علیھنّ و کساھُن من جِدَتِہٖ کن لہ حِجاباً مّن النار (بخاری فی الادب المفرد۔ ابن ماجہ) جس کے ہاں تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان پر صبر کرے اور اپنی وسعت کے مطابق ان کو اچھے کپڑے پہنائے وہ اس کے لیے جہنم کی آگ سے بچاوٗ کا ذریعہ بنیں گی۔

ما من مسلم تدرکہ ابنتان فیحسن صحبتھما الا ادخلتاہ الجنّہ۔ (بخاری، ادب المفرد) جس مسلمان کے ہاں دو بیٹیاں ہوں اور وہ ان کو اچھی طرح رکھے وہ اسے جنت میں پہنچائیں گی۔

انّ النّبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لسُراقہ بن جُعْشم الا ادلک علی اعظم الصدقہ او من اعظم الصدقہ قال بلیٰ یا رسول اللہ قال ابنتک المردودۃ الیک لیس لھا کاسب غیرک۔ (ابن ماجہ۔ بخاری فی الادب المفرد) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ بن جعشم سے فرمایا میں تمہیں بتاوٗں کہ سب سے بڑا صدقہ (یا فرمایا بڑے صدقوں میں سے ایک) کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا ضرور بتایئے یا رسول اللہ۔ فرمایا تیری وہ بیٹی جو (طلاق پا کر یا بیوہ ہو کر) تیری طرف پلٹ آئے اور تیرے سوا کوئی اس کے لیے کمانے والا نہ ہو۔

یہی وہ تعلیم ہے جس نے لڑکیوں کے متعلق لوگوں کا نقطۂ نظر صرف عرب ہی میں نہیں بلکہ دنیا کی اُن تمام قوموں میں بدل دیا جو اسلام کی نعمت سے فیض یاب ہوتی چلی گئیں۔

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتۡ ۪ۙ﴿۱۰﴾	اور جب دفتر کھولے جائیں۔	10. And when the records are unfolded.
وَاِذَا السَّمَآءُ کُشِطَتۡ ۪ۙ﴿۱۱﴾	اور جب آسمان کا پردہ ہٹا دیا جائے *10۔	11. And when the sky is unveiled. *10

*10 That is, everything which is hidden from view now will become visible. Now one can only see empty space, or the clouds, hanging dust, the moon, the sun or stars, but at that time the Kingdom of God will appear in full view before the people, without any veil in between, in its true reality.

*10 یعنی جو کچھ اب نگاہوں سے پوشیدہ ہے وہ سب عیاں ہو جائے گا۔ اب تو صرف خلا نظر آتا ہے یا پھر بادل، گرد و غبار، چاند، سورج اور تارے ۔ لیکن اُس وقت خدا کی خدائی اپنی اصل حقیقت کے ساتھ سب کے سامنے بے پردہ ہو جائے گی۔

12. And when Hell is set ablaze.	اور جب جہنم بھڑکائی جائے ۔	وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ ﴿١٢﴾
13. And when Paradise is brought near. *11	اور جب بہشت قریب لائی جائے *11 ۔	وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ ﴿١٣﴾

*11 That is, in the Plain of Resurrection, when the hearing of the cases of the people will be in progress, the blazing fire of Hell will also be in full view, and Paradise with all its blessings will also be visible to all, so that the wicked would know what they are being deprived of and where they are going to be cast, and the righteous as well would know what they are being saved from and with what being blessed and honored.

*11 یعنی میدان حشر میں لوگوں کے مقدمات کی سماعت ہو رہی ہوگی اُس وقت جہنم کی دھکتی ہوئی آگ بھی سب کو نظر آ رہی ہوگی اور جنت بھی اپنی ساری نعمتوں کے ساتھ سب کے سامنے موجود ہوگی تاکہ بد بھی جان لیں کہ وہ کس چیز سے محروم ہو کر کہاں جانے والے ہیں، اور نیک بھی جان لیں کہ وہ کس چیز سے بچ کر کن نعمتوں سے سرفراز ہونے والے ہیں۔

14. Shall know each soul what it brought.	جان لے گا ہر شخص کیا وہ لیکر آیا۔	عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّاۤ اَحۡضَرَتۡ ؕ ﴿۱۴﴾
15. Nay, so*12 I swear by the stars that retreat.	نہیں پس*12 ۔میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کی جو پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔	فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِالۡخُنَّسِ ۙ ﴿۱۵﴾

*12 That is, you are not correct that what is being presented in the Quran is the bragging of an insane person, or the evil suggestion of a devil.

*12 یعنی تم لوگوں کا یہ گمان صحیح نہیں ہے کہ یہ جو کچھ قرآن میں بیان کیا جا رہا ہے یہ کسی دیوانے کی بڑ ہے یا کوئی شیطانی وسوسہ ہے۔

16. They move swiftly and disappear.	جو چلتے ہیں اور غائب ہو جاتے ہیں۔	الۡجَوَارِ الۡكُنَّسِ ۙ ﴿۱۶﴾
17. And the night when it departs.	اور رات جب وہ رخصت ہوتی ہے۔	وَالَّيۡلِ اِذَا عَسۡعَسَ ۙ ﴿۱۷﴾
18. And the dawn when it breathes up.*13	اور صبح جب وہ سانس لیتی ہے۔*13	وَالصُّبۡحِ اِذَا تَنَفَّسَ ۙ ﴿۱۸﴾

*13 That for which the oath has been sworn, has been stated in the following verses. The oath means: Muhammad (peace be upon him) has not seen a vision in darkness, but when the stars had disappeared, the night had departed and the bright morning had appeared, he had seen the Angel of God in the open sky. Therefore, what he tells you is based on his own personal observation and on the

experience that he had in full senses in the full light of day.

*13 یہ قسم جس بات پر کھائی گئی ہے وہ آگے کی آیات میں بیان کی گئی ہے ۔ مطلب اِس قسم کا یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تاریکی میں کوئی خواب نہیں دیکھا ہے بلکہ جب تارے چھپ گئے تھے، رات رخصت ہوگئی تھی اور صبح روشن نمودار ہوگئی تھی، اُس وقت کھلے آسمان پر اُنھوں نے خدا کے فرشتے کو دیکھا تھا۔ اس لیے وہ جو کچھ بیان کر رہے ہیں وہ اُن کے آنکھوں دیکھے مشاہدے اور پورے ہوش حواس کے ساتھ دن کی روشنی میں پیش آنے والے تجربے پر مبنی ہے۔

اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ ۙ ﴿۱۹﴾	بیشک یہ کلام (قرآن) ہے (لایا ہوا) عالی مقام پیغامبر کا۔ *14	19. Indeed, this word (Quran) is (brought) by a noble messenger. *14

*14 A noble messenger: the Angel who brought down revelation, as becomes explicit from the following verses. The word of a noble messenger does not mean that the Quran is the word of the Angel himself, but, as the context shows, of Him Who appointed him a messenger. In Surah Al-Haaqqah, Ayat 40, likewise, the Quran has been called the word of Muhammad (peace be upon him), and there too it does not mean that it is the Prophet's (peace be upon him) own composition, but describing it as the word of an honorable messenger, it has been made clear that the Prophet (peace be upon him) is presenting it in his capacity as the Messenger of God and not as Muhammad bin Abdullah (peace be upon him). At both places, the word has been attributed to the Angel and to Muhammad (peace be upon him) on the ground that the message of Allah was being delivered to Muhammad (peace be upon him) by the

Angel and to the people by Muhammad (peace be upon him). (For further explanation, see E.N. 22 of Surah Al-Haaqqah).

*14 اس مقام پر بزرگ پیغامبر (رسول کریم) سے مراد وحی لانے والا فرشتہ ہے جیساکہ آگے کی آیات سے بصراحت معلوم ہو رہا ہے۔ اور قرآن کے پیغامبر کا قول کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ اس فرشتے کا اپنا کلام ہے، بلکہ ”قول پیغامبر“ کے الفاظ خود ہی یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ یہ اُس ہستی کا کلام ہے جس نے اسے پیغامبر بنا کر بھیجا ہے۔ سورہ الحاقۃ آیت ۴۰ میں اِسی طرح قرآن کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قول کہا گیا ہے اور وہاں بھی مراد یہ نہیں ہے کہ یہ حضورؐ کا اپنا تصنیف کردہ ہے بلکہ اسے ”رسولِ کریم“ کا قول کہہ کر وضاحت کر دی گئی ہے کہ اس چیز کو حضورؐ خدا کے رسول کی حیثیت سے پیش کر رہے ہیں نہ کہ محمدؐ بن عبداللہ کی حیثیت سے دونوں جگہ قول کو فرشتے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب اس بنا پر کیا گیا ہے کہ اللہ کا پیغام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیغام لانے والے فرشتے کی زبان سے، اور لوگوں کے سامنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ادا ہو رہا تھا (مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو، تفہیم القرآن، جلد ششم، الحاقہ، حاشیہ ۲۲)۔

20. Possessor of power, with the Owner of the Throne in rank. *15	صاحب قوت ۔ مالک عرش کے نزدیک بلند مرتبہ۔ *15	ذِیۡ قُوَّۃٍ عِنۡدَ ذِی الۡعَرۡشِ مَکِیۡنٍ ۙ﴿۲۰﴾

*15 Surah An-Najm, Ayat 45 deals with the same theme, thus “It is but a revelation which is sent down to him. One, mighty in power, has taught him.” As to what is implied by the mighty powers of the Angel Gabriel is ambiguous. In any case it at least shows that he is distinguished even among the angels because of his extraordinary powers. In Muslim (kitab-al-iman) Aishah has reported the Prophet’s (peace be upon him) saying to the effect: I have twice seen Gabriel in his real shape and form: his glorious being was

encompassing the whole space between the earth and the heavens. According to the tradition reported from Abdullah bin Masud in Bukhari, Muslim, Tirmidhi and Musnad Ahmad, the Prophet (peace be upon him) had seen Gabriel with his six hundred wings. From this one can have an idea of his mighty powers.

*15 سورہ نجم آیات ۴۔۵ میں اِسی مضمون کو یوں ادا کیا گیا ہے کہ اِنۡ ھُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی ۙ... عَلَّمَہٗ شَدِیۡدُ الۡقُوٰی ۙ... "یہ تو ایک وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے، اُس زبردست قوتوں والے نے تعلیم دی ہے"۔ یہ بات درحقیقت متشابہات میں سے ہے کہ جبریل علیہ السلام کی اِن زبردست قوتوں اور ان کی اِس عظیم توانائی سے کیا مراد ہے۔ بہرحال اس سے اتنی بات ضرور معلوم ہوتی ہے کہ فرشتوں میں بھی وہ اپنی غیر معمولی طاقتوں کے اعتبار سے ممتاز ہیں۔ مسلم، کتاب الایمان میں حضرت عائشہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول نقل کرتی ہیں کہ میں نے دومرتبہ جبریل کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا ہے، اُن کی عظیم ہستی زمین و آسمان کے درمیان ساری فضا پر چھائی ہوئی تھی۔ بخاری، مسلم، ترمذی، اور مسند احمد میں حضرت عبد اللہ بنؓ مسعود کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اِس شان میں دیکھا کہ ان کے چھ سو پر تھے۔ اس سے کچھ ان کی زبردست طاقت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

21. He is obeyed*16 and is trustworthy.*17	اسکی اطاعت کی جاتی ہے *16 اور امانتدار ہے۔ *17	مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیۡنٍ ؕ ﴿۲۱﴾

*16 That is, he is the chief of the angels and all angels work under his command.

*16 یعنی وہ فرشتوں کا افسر ہے۔ تمام فرشتے اُس کے حکم کے تحت کام کرتے ہیں۔

*17 That is, he is not one who would tamper with divine revelation, but is so trustworthy that he conveys intact whatever he receives from God.

*17 یعنی وہ اپنی طرف سے کوئی بات خدا کی وحی میں ملا دینے والا نہیں ہے، بلکہ ایسا امانت دار ہے کہ جو کچھ خدا کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے اُسے جوں کا توں پہنچا دیتا ہے۔

وَ مَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲۲﴾	اور نہیں ہے تمہارا رفیق (پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) دیوانہ۔ *18	22. And is not your companion *18 (prophet) a madman.

*18 Your Companion: the Messenger of Allah (peace be upon him). Here, making mention of the Prophet (peace be upon him) as the companion of the people of Makkah, they have been made to realize that the Prophet (peace be upon him) was no stranger for them. He was not an outsider but a man of their own clan and tribe; he had lived his whole life among them; even their children knew that he was a very wise man. They should not be so shameless as to call such a man a mad man. (For further explanation, see E.Ns 2, 3 of Surah An-Najm).

*18 رفیق سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور آپ کو اہل مکہ کا رفیق کہہ کر دراصل اُنہیں اس بات کا احساس دلایا گیا ہے کہ آپؐ اُن کے لیے کوئی اجنبی شخص نہیں ہیں، بلکہ اُنہی کے ہم قوم اور ہم قبیلہ ہیں۔ اُنہی کے درمیان ایسے شخص کو جانتے بوجھتے مجنون کہتے ہوئے اُنہیں کچھ تو شرم آنی چاہیے (مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو، تفہیم القرآن، جلد پنجم، النجم، حواشی ۲-۳)۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ﴿۲۳﴾	اور بیشک اس نے دیکھا ہے اس (فرشتے) کو کھلے افق پر۔ *19	23. And indeed, he has seen him (angel) on the clear horizon. *19

*19 In Surah An-Najm, Ayats 7-9, this observation of the Prophet (peace be upon him) has been described in greater

detail, (For explanation, see E.Ns 7. 8 of Surah An-Najm).

*19 سورہ نجم آیات، تا ۹ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس مشاہدے کو زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔(تشریح کے لیے ملاحظہ ہو، تفہیم القرآن، جلد پنجم، النجم، حواشی ۷۔۸)۔

24. And he is not, (of revealing) of the unseen, a withholder. *20	اور نہیں ہے وہ (ظاہر کرنے میں) غیب کی باتوں کو بخیل۔ *20	وَ مَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ۚ ﴿٢٤﴾

*20 That is, the Messenger (peace be upon him) of Allah does not conceal anything from you. Whatever of the unseen realities are made known to him by Allah, whether they relate to the essence and attributes of Allah, the angels, life-after death and Resurrection, or to the Hereafter, Heaven and Hell, he conveys everything to you without change.

*20 یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم سے کوئی بات چھپا کر نہیں رکھتے۔ غیب کے جو حقائق بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر کھولے گئے ہیں، خواہ وہ اللہ کی ذات و صفات کے بارے میں ہوں، یا فرشتوں کے بارے میں، یا زندگی بعدِ موت اور قیامت اور آخرت اور جنت اور دوزخ کے بارے میں، سب کچھ تمہارے سامنے بے کم و کاست بیان کر دیتے ہیں۔

25. And this is not the word of Satan, accursed. *21	اور نہیں ہے یہ کلام شیطان مردود کا۔ *21	وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۙ ﴿٢٥﴾

*21 That is, you are wrong in thinking that some Satan comes and whispers these words into the ear of Muhammad (peace be upon him). It does not suit Satan that he should divert man from polytheism, idol worship,

atheism and sin and turn him to God-worship and Tauhid, make man realize that he should live a life of responsibility and accountability to God instead of living an irresponsible, care-free life, should forbid man to adopt practices of ignorance, injustice, immorality and wickedness and lead him to a clean life of justice, piety and high morals. (For further explanation, see Surah Ash-Shuara, Ayats 210-212 along with E.Ns 130 to 133, and Ayats 221-223 along with E.Ns 140, 141).

21*یعنی تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ کوئی شیطان آ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں یہ باتیں پھونک دیتا ہے ۔ شیطان کا آخر یہ کام کب ہو سکتا ہے کہ انسان کو شرک اور بت پرستی اور دہریت و الحاد سے ہٹا کر خدا پرستی اور توحید کی تعلیم دے۔ انسان کو شترِ بے مہار بن کر رہنے کے بجائے خدا کے حضور ذمہ داری اور جواب دہی کا احساس دلائے۔ جاہلانہ رسموں اور ظلم اور بد اخلاقی اور بد کرداری سے منع کر کے پاکیزہ زندگی، عدل اور تقویٰ اور اخلاقِ فاضلہ کی طرف رہنمائی کرے۔ (مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد سوم، الشعراء، آیات ۲۱۰-تا ۲۱۲ مع حواشی ۱۳۰ تا ۱۳۳، اور آیات ۲۲۱ تا ۲۲۳ مع حواشی ۱۴۰ تا ۱۴۱)۔

26. Where then are you going.	پھر کدھر تم چلے جا رہے ہو۔	فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ؕ ﴿۲۶﴾
27. This is not else than a reminder to the worlds.	نہیں ہے یہ مگر نصیحت تمام اہل جہاں کے لئے۔	اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۙ ﴿۲۷﴾
28. For him who wills among you to take a straight path. *22	ہر اس کے لئے جو چاہے تم میں سے سیدھی راہ چلنا۔ *22	لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ؕ ﴿۲۸﴾

*22 In other words, although this is an admonition for all mankind, only such a person can benefit by it, who is

himself desirous of adopting piety and righteousness. Man's being a seeker after truth and a lover of right is the foremost condition of his gaining any benefit from it.

*22 بالفاظ دیگر یہ کلام نصیحت ہے تو ساری نوع انسانی کے لیے مگر اس سے فائدہ وہی شخص اٹھا سکتا ہے جو خود راست روی اختیار کرنا چاہتا ہو۔ انسان کا طالبِ حق اور راستی پسند ہونا اِس سے فائدہ اٹھانے کے لیے شرطِ اول ہے۔

29. And you shall not will, except that wills Allah, Lord of the worlds. *23	اور نہ چاہو گے تم مگر یہ کہ چاہے اللہ رب العالمین ۔ *23	وَ مَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰہُ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۲۹﴾

*23 This theme has already occurred in Surah Al-Muddaththir, Ayat 56 and Surah Ad-Dahr, Ayat 20. For explanation, see E.N. 41 of Surah Al-Muddaththir.

*23 یہ مضمون اِس سے پہلے سورہ مدّثر آیت ۵۶، اور سورہ دَھر آیت ۳۰ میں گزر چکا ہے۔ تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد ششم، المدّثر، حاشیہ ۴۱۔